پروفیسر محمد اکرام تائب (عارف والا)

غزل

نشے کا بھوت ہے سر پہ مرے سوار ابھی
پکڑ کے کان سے، نیچے نہ تو اُتار ابھی
مرے فریب کا ٹوٹا نہیں ابھی جادو
کسی کو ہے مرے وعدے پہ اعتبار ابھی
سگِ امیر کی قسمت میں مرغ ہے، لیکن!
مرے غریب کی روٹی پہ ہے اچار ابھی
تُو اپنی قوم کا معمار ہے بجا ہے، مگر!!
نہ تین میں ہے نہ تیرہ میں تُو شمار ابھی
کھلی ہیں بعد بھی مرنے کے جو تری آنکھیں
وہ کون شخص ہے جس کا ہے انتظار ابھی
غمِ حیات نے کتنا ہمیں ستایا ہے
کہ مرگئے ہیں پر اُترا نہیں بخار ابھی
مرے نصیب میں ٹوٹا ہوا ہے وہ چرخہ
حلال رزق میں ملتی نہیں ہے کار ابھی
خزاں کے عہد میں تائب سجا ہے ویرانہ
مئے شباب کا آنکھوں میں ہے خُمار ابھی

ثاقب چوہان

غزل

ہر اک منظر میں تیرا ہی ہمیں جلوہ نظر آیا
جسے دیکھا، جہاں دیکھا تیرا چہرہ نظر آیا
تیرے کوچے میں سب ہی یہ تیرا شیدا نظر آیا
بس عقل و ہوش سے اپنے یہ بیگانہ نظر آیا
کوئی کعبہ نظر آیا، نہ ہی گرجا نظر آیا
نظر آیا تو بس ہر جا تیرا جلوہ نظر آیا
زمین و آسماں سارے تیرے تابع نظر آئے
جہاں میں ہر جگہ ہم کو تیرا چرچا نظر آیا
کبھی دیکھا تو عصیاں سے بھرا دامن نظر آیا
بڑھی کچھ آس جب ہم کو کرم تیرا نظر آیا
یہ مجذوب اور دیوانے میرے اپنوں میں شامل ہیں
وہاں محفل سجائی اک جہاں اپنا نظر آیا
پیا جب جام وحدت کا بدل گئی ساری دنیا بھی
ہر اک منظر، ہر اک جلوہ ہمیں اچھا نظر آیا
یہ سب پیرِ مغاں کی ہے کرامت کہ ہمیں بھی اب
تیرا جلوہ نظر آیا، تیرا چہرہ نظر آیا
کبھی جو جھانک کر دیکھا گریباں میں تو پھر ثاقب
ہمیں سب خامیوں سے پُر، یہ آپ اپنا نظر آیا